کلاسیکیت: تحریک اور تصور

مغربی تاریخ کا وہ دور جسے 'نشاۃ الثانیہ' کہا جاتا ہے بیک وقت تاریخی لحاظ سے ایک دور بھی تھا اور آرٹ، ادب اور فکر کے کئی مختلف النوع رجحانات کی ایک ہمہ گیر تحریک بھی۔ انیسویں صدی کے ایک سوئستانی مورخ جیکب برکھارٹ نے نشاۃ الثانیہ کا جو تاریخی تصور پیش کیا ہے اس میں اس نے اس عہد کی یہ تین اہم خصوصیات گنوائی ہیں: فرد پرستی، کلاسیکی عہد عتیق کا احیا اور دنیا انسان کی بازیافت۔ برکھارٹ کے نزدیک یہ خصوصیات ایسی تھیں جن کی وجہ سے تاریخ کے وراق پر نشاۃ الثانیہ کا یہ دور یورپ کے قرونِ وسطیٰ کے مقابلے میں الگ ممتاز و ممیز نظر آتا ہے۔

نشاۃ الثانیہ کا دور قریب قریب پندرہویں اور سولہویں صدی تک پھیلا ہوا ہے لیکن اس دور میں کلاسیکی عہد عتیق کے احیاء کی جو کوششیں ہوئیں ان کا پھیلاؤ پندرہویں صدی سے اٹھارویں صدی تک نظر آتا ہے۔ نشاۃ الثانیہ کے دور میں ہمیں آرٹ، ادب اور فکر کے کئی ایسے رجحان ملتے ہیں جو اپنے زمانے میں بعض وجوہ کی بنا پر پوری طرح نہ پنپ سکے تھے۔ ان ہی میں سے یک کلاسیکی عہد عتیق کے علوم کے احیا کا رجحان بھی ہے جو سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں محض ایک رجحان ہی نہ رہا بلکہ ایک ایسی ہمہ گیر تحریک کی صورت میں ایک پورے اعتماد کے ساتھ اس طرح ابھرا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے سارے یورپ کو اپنی مکمل ذہنی گرفت میں لے لیا۔

اس تحریک کو انیسویں صدی کے فرانسیسی، جرمن اور انگریز نقادوں نے 'کلاسکیت' کا نام دیا ہے۔ کلاسیکیت کی اصطلاح ایک لاطینی لفظ 'کلاسیکس' (Classicus) سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی محض 'طبقہ اعلیٰ' اور جس سے اب مجازی طور پر درجۂ اولی یا کمال مراد لی جاتی ہے۔ چنانچہ انگریزی زبان کی وساطت سے ہمارے تنقیدی ادب میں بھی 'کلاسک' اور 'کلاسیکل' کے

الفاظ یا تو اپنی اصل حالت میں رائج ہو گئے ہیں یا پھر ان سے اس قسم کی اصطلاحات وضع کی گئی ہیں جن میں اس لفظ کا اصل لاطینی مادہ تو موجود ہوتا ہے لیکن مشتقات ہم نے اردو کے قواعد کے مطابق وضع کر لیے ہیں مثلاً 'کلاسیکی' اور 'کلاسیکیت'۔

دوسری صدی عیسوی کے ایک رومن قواعد داں نے 'کلاسکس' کے لفظ کا سب سے پہلے ادب پر اطلاق کیا تھا۔ یہ بات سب سے پہلے اس نے سمجھائی تھی کہ ادب میں بھی ایک قسم کی طبقاتی تقسیم ہوتی ہے اور اس ادب میں جو پڑھے لکھے ذہین اور دانشور طبقے کے لیے تخلیق کیا جاتا ہے اور اس ادب میں جو نسبتاً ان پڑھ اور گنوار طبقے کے لیے لکھا جاتا ہے۔ ایک خاص فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے اول الذکر طبقے کے ادب کے لیے 'سکریپٹر کلاسیکی' یعنی ادب عالیہ اور آخرالذکر طبقے کے ادب کے لیے سکریپٹر پرولی ٹیریس' یعنی ادب عامہ کی اصطلاحیں وضع کیں اس لحاظ سے گیلیوس کو ادبیات کا مارکس کہنا چاہیے۔ گیلیوس کی یہ دونوں اصطلاحیں اپنے عمرانی مفہوم کے لحاظ سے اس قدر منطقی تھیں کہ بعد کے زمانوں میں بھی ان کا مطلب کبھی خبط نہ ہوا۔ گو مرور ایام سے یہ دونوں اصطلاحیں بھی عدم استعمال کے باعث مروج نہ رہ سکیں تاہم لفظ 'کلاسکس' اپنے ایک بالکل نئے مفہوم میں استعمال ہونے لگا یعنی ادبی معیار کے مطابق اعلیٰ درجے کا۔ چونکہ نشاۃ الثانیہ کے دور میں صرف قدیم یونانی اور رومن مصنفوں۔ فلسفیوں اور شاعروں کی تصنیفوں ہی کو اول درجے کا ادب سمجھا جاتا تھا اس لیے نشاۃ الثانیہ کے بعد یورپی زبانوں میں 'کلاسک' کا لفظ قدیم یونانی اور رومی تصنیفوں کے لیے استعمال ہونے لگا اور تھوڑے ہی عرصے میں کلاسک کا یہ نیا مفہوم اعلیٰ درجے کے ادب کا ایک معیار بھی بن گیا۔

نشاۃ الثانیہ کے اواخر میں یورپی عالم، قدیم یونانی اور رومی تصنیفوں کا مطالعہ اس غرض سے بھی کرتے تھے کہ اپنی تحریروں میں وہ حسنِ بیان منتقل کر سکیں جو یونانی اور رومی مصنفوں کے اسلوب کی ایک نمایاں خوبی سمجھی جاتی تھی کیونکہ پختگی، گہرائی اور آہنگ کے اعتبار سے ان قدیم مصنفوں کے ادبی اسلوب کو ایک ادبی نصب العین کی سی حیثیت ہمیشہ سے حاصل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ نشاۃ الثانیہ کے دور میں، اور بعد کی صدیوں میں بھی سارے یورپ میں یونانی اور رومی مصنفوں کی کتابوں کا مطالعہ جنھیں اب کلاسکس، کہا جانے لگا تھا، یورپ کی کسی اور زبان کے ادب کی بہ نسبت زیادہ اعلیٰ اور ارفع سمجھا جاتا تھا۔

لاطینی تصنیفوں کے مقابلے میں یونانی ادب میں کچھ خصوصیات ایسی تھیں کہ بعض نقادوں

کے نزدیک کلاسیکی کا لفظ صرف یونانی ادبیات ہی پر منطبق ہوسکتا ہے۔ یونانی ادب کی ان خصوصیات میں سے ایک تو انسان دوستی یا انسان شناسی تھی جو ایک عالمگیر روح کی صورت میں یونانی مصنفوں کی کتابوں کے سیاق وسباق پر چھائی ہوئی ہے اور دوسری خصوصیت یونانی ادب میں ایک ایسی کشش کا پایا جانا بھی ہے جس کا اثر رنگ، قوم اور نسل کی قید سے ماورا مانا گیا ہے اور اس کی تیسری خصوصیت ایک ایسا صوری حسن ہے جس میں آہنگ بھی ہے، توازن بھی ہے اور معانی بھی۔ چنانچہ اب ہم جب 'کلاسک' اور 'کلاسیکی' کے لفظ استعمال کرتے ہیں تو ہم دراصل ان دو لفظوں کے ذریعے ایک ایسے بلیغ مفہوم کا اظہار کرتے ہیں جو گزشتہ چوبیس صدیوں سے ادب اور آرٹ کا ایک مثالی تصور پیش کرتا چلا آیا ہے۔

ادب اور آرٹ کا یہ مثالی تصور جو مغربی ادب اور آرٹ کے تمام تر ارتقا کا ذمہ دار ہے مسیح سے کئی صدیوں پہلے جزیرہ نمائے یونان، جزائر ایجئین اور ایشائے کوچک کے ساحلی علاقوں میں جنم لے چکا تھا۔ اس ادب اور آرٹ کو بحیثیت مجموعی آج اس اصطلاح سے موسوم کیا جاتا ہے جو یونانی قوم کے ایک اساطیری جدامجد 'ہلینین' سے مشتق ہے۔ چنانچہ ہیلینیت کی اصطلاح ایک ایسی جمع اصطلاح ہے جس میں کلاسیکیت کا مفہوم بھی شامل ہے۔ انیسویں صدی کے انگریز نقاد میتھیو آرنلڈ کے نزدیک ہیلینیت کی اصطلاح کا کسی بھی ایسی تہذیب یا زندگی کے مطمح نظر پر اطلاق کیا جاسکتا ہے جو عہد قدیم کے یونان کے طرز فکر کو اپنے لیے مثال بنا لے۔"

ہیلنائی ادب اور آرٹ کی تاریخ کو چھ اہم تاریخی دوروں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں سے پانچویں دور کو جو 500 سے 300 قبل مسیح تک پھیلا ہوا ہے 'کلاسیکی دور' کہا جاتا ہے۔ یہی وہ دور تھا جس میں اہل یونان نے اس ادب اور آرٹ کی تخلیق کی جو آج ڈھائی ہزار سال گزر جانے کے باوجود اپنی خوبصورتی، گہرائی اور پختگی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس ادب اور آرٹ کو زمان ومکان اپنی قیود میں نہ لا سکے کیونکہ کلاسیکی طرز فکر بعد کے زمانوں میں بھی دنیا کے مختلف حصوں میں ہر ترقی یافتہ تہذیب میں اپنی جھلکیاں دکھاتا رہا بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ زمان ومکان کی قیود کو توڑ کر یہ طرز فکر تاریخ عالم کی رگ وپے میں ہمیشہ جاری وساری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ کلاسیکیت کی اصطلاح ایک ایسی تحریک کو ظاہر نہیں کرتی جو ایک خاص زمانہ ہی میں پیدا ہوئی ہو بلکہ یہ ایک ایسے طرز فکر کا عنوان بن گئی جو نہ صرف انسانی تاریخ کے ایک خاص دور میں پیدا ہوئی بلکہ بعد کے زمانوں میں بھی مخصوص عصری تقاضوں کی وجہ سے زندگی ادب

اور آرٹ کو متاثر کرتی رہی۔ اس لحاظ سے 'کلاسیکیت' ایک ایسی زندہ و پائندہ فکری رجحان یا تحریک ہے جو انسانی تہذیب کے مختلف دوروں میں کبھی فنا نہیں ہوئی بلکہ اس کی طاقتور رو وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ بار بار بہتی رہی۔ یہی یونانی ادب اور آرٹ تھا جس نے بعد میں رومی اور بازنطینی تہذیب کی نمود میں اہم حصہ لیا۔ اس یونانی ادب اور آرٹ نے قرون وسطیٰ کے بعد کے مغربی ادب اور آرٹ کی بنیادیں استوار کیں اور آج مغربی زندگی، ادب اور آرٹ کی شاید ہی کوئی صنف ایسی ہوگی جسے کسی نہ کسی طرح کلاسیکی طرز فکر نے متاثر نہ کیا ہو۔

یونانی طرزِ فکر اپنی ایک بہت ہی منفرد خصوصیت کے لیے مشہور ہے۔ یہ خصوصیت اس کی تعقل پسندی ہے۔ قدیم یونانی اپنی زندگی کی ہر سرگرمی کو استدلال کی کسوٹی پر پرکھتے تھے۔ جو بات استدلال کے کڑے معیاروں پر پوری نہ اترتی تھی وہ یونانی تہذیب کا جزو مشکل ہی سے بنتی تھی۔ اور تو اور ان کی دیومالا میں بھی ایک نمایاں عقلی عنصر نظر آتا ہے۔ یونانی دیومالا کے دیوی دیوتا سب کے سب نہ صرف خود آپس میں ایک عقلی رشتے میں منسلک دکھائی دیتے ہیں بلکہ نظام کائنات کے چلانے میں بھی وہ استدلال اور قانون سے کام لیتے ہیں۔ یونانی دیومالا کا، نسبتاً گہرا مطالعہ اس حقیقت کا انکشاف کرتا ہے کہ یونانیوں کے تمام دیوی دیوتا انھیں انسانی صفات کے حامل تھے جو اس وقت ساری کی ساری یونانی قوم میں موجود تھیں، یا جن کو وہ اپنا مثالیہ بنانا چاہتے تھے۔

قدیم یونانیوں کے نزدیک انسان اور کائنات کے درمیان ایک عقلی رشتہ موجود ہے جسے انسانی استدلال کی مدد سے سمجھا جاسکتا ہے یہ لوگ اپنے بعض نسلی تعصبات کے باوجود انسان میں ایک خاص قسم کے ایمانی مادّے کی موجودگی کو تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ جب انھوں نے انسان کے اس ایمانی مادّے کی اہمیت کو سیاسی طور پر سمجھ لیا تو انھوں نے فوراً ہی راعی اور رعایا کے تعلقات کو منطقی اعتبار سے پرکھا اور پھر حکمرانی کی راہ اختیار کرلی جو صحت مند جمہوریت کی راہ تھی۔ قدیم یونانیوں میں اپنے افعال کو پرکھنے اور اپنی سرگرمیوں کا منطقی تجزیہ کرنے کا ایک خاص وصف موجود تھا۔ چنانچہ ایران کے ساتھ ان جنگوں کی جو 500 قبل مسیح میں ہوئی تھیں، علت غائی معلوم کی تو انھیں معلوم ہوا کہ یہ جنگیں محض سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی خاطر نہیں لڑی گئی تھیں بلکہ ان کا باعث دراصل زندگی کے دو مختلف نظریوں کا باہمی تصادم تھا، چنانچہ وہ ہوکر رہا۔

ظاہر ہے کہ جب کسی تہذیب کی اہم قدروں میں نمایاں حیثیت انسانی استدلال کو حاصل

ہوگی تو اس تہذیب کے ہر پہلو کی ترقی کے پس پردہ بھی استدلال ہی کارفرما ہوگا۔ استدلال ایک عامی کا حربہ بھی ہوسکتا ہے اور ایک ماہر کا بھی۔ ان دونوں قسم کے استدلال میں امتیاز کرنے کے لیے استدلال کے قوانین متعین کرنے کی ضرورت ناگزیر تھی۔ یہ کام ارسطو نے انجام دیا اور استخراجی منطق کی بنا ڈالی۔ منطق کے اصولوں سے قدیم یونانیوں نے نہ صرف مابعدالطبیعیات کے پیچیدہ مسئلے ہی حل کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کے ذریعے انھوں نے اپنے ادب اور آرٹ کی بنیادیں استوار کرنے کا کام بھی لیا۔

یونانِ قدیم کے ادب کی ابتدا ہومر کے کلام سے ہوتی ہے۔ چنانچہ یونانی ادب کا کلاسیکی دور ہومر سے شروع ہوکر سکندر اعظم کی وفات تک پھیلا ہوا ہے جو 323 قبل مسیح واقع ہوئی۔ اس دور کا ادب تمام تر منطقی اصولوں کی مدد سے پیدا ہوا، بڑھا اور پھیلا یونانی ادب میں جہاں بہت سی ٹھوس خوبیاں موجود تھیں وہاں اس کی ایک سب سے بڑی خوبی اس کا طبع زاد ہونا بھی ہے۔

قدیم یونانیوں کے پاس غیر زبانوں کی ادبیات کا کوئی نمونہ موجود نہ تھا جس کی وہ نقل کرتے یا جس سے وہ متاثر ہوسکتے۔ ان کا سارا ادب غیر ملکی ادبیات کے اثر سے پاک رہا اور یہی اس کے طبع زاد ہونے کا راز نظر آتا ہے۔ اپنے ادب کی یہ طبع زاد کیفیت انھوں نے اپنے منطقی اصولوں کے ذریعے سے ہی حاصل کی تھی۔ اس سلسلے میں ان کا طریق کار یہ تھا کہ وہ اپنے ادب کی کسی صنف کو اپنے تنقیدی مطالعے کے لیے چن لیتے تھے اور پھر کڑے منطقی اصولوں سے اس کا تجزیہ کرتے تھے۔ اس کی صوری اور معنوی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیتے تھے اور پھر اسے مزید ترقی دینے کے وسائل سوچتے تھے۔ اس طریق کار کی مثال کے لیے ارسطو کے 'بوطیقا' میں ارسطو نے یونانی ڈراموں کی خوبیوں اور خامیوں کا منطقی تجزیہ کیا ہے اور اس کے بعد المیہ اور طربیہ کے وہ اصول قائم کیے جو آج بھی ڈرامائی تنقید میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یونانی ادب کی تمام اصناف کی ترقی ایک قسم کے منطقی تسلسل سے ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے استخراجی طریق کار سے قدیم یونانیوں نے نظم اور نثر کے میدان میں ان مختلف عظیم اصناف کو گہرائی اور پختگی بخشی جو آج بھی دنیا کی ہر زبان کے ادب کے لیے ایک مثالیہ اور نصب العین کا درجہ رکھتی ہے۔ مثلاً نظم میں رزمیہ شاعری۔ مزامیری شاعری، مرثیہ، منظوم المیہ، منظوم طربیہ اور نثر میں فصاحت، تاریخ اور فلسفہ کی اصناف کو قدیم یونانی شاعروں ڈرامہ نگاروں، فصیح البیان مقرروں، مورخوں اور فلسفیوں نے معنوی اور صوری

کمال کی اس معراج تک پہنچا دیا تھا جسے چھونا کوئی آسان کام نہیں۔

'منطقی تسلسل' کی اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ جب قدیم یونانی دانشوروں کے نزدیک ادب کی کوئی صنف اپنی معنوی اور صوری تشکیل کے لحاظ سے معراج کمال تک پہنچ جاتی تھی تو وہ پھر ادب یا فکر کی کسی دوسری صنف کی طرف اپنی تمام تر توجہ مبذول کر دیتے تھے اور اکثر اوقات تو وہ اپنے زمانے کے معاشرتی، اخلاقی، روحانی اور سیاسی تقاضوں کے مطابق ادب کی ایک صنف سے دوسری صنف بھی استخراج کر لیتے تھے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قدیم یونانیوں کے نزدیک صحیح ادب کا تصور کیا تھا اور اس ادب کی تخلیق، تنقید، تنقیص اور تقریظ کے بارے میں انھوں نے کیا اصول بنائے اور معیار قائم کیا تھا۔ اس معیار کے قائم کرنے میں استدلال اور منطق کی کارفرمائی آپ کو بدیہی طور پر نظر آئے گی۔

لیکن استدلال اور منطق کے طریق کار سے قدیم یونانیوں نے محض مجرد تصورات کی تشکیل ہی میں اپنے آپ کو منہمک نہیں رکھا بلکہ گوشت پوست کے انسان کی زندگی سے بھی انھوں نے اپنا رشتہ قائم رکھا اور اس ربط کو کبھی منقطع نہیں کیا۔ زندگی کی دھڑکتی ہوئی نبض ان کے ٹھوس ادب، آرٹ اور فکر میں ایک فعال قوت کے مانند ہمیشہ متحرک رہی۔ یہ بات ان کی شاعری اور ڈرامے میں شدت کے ساتھ نظر آتی ہے۔ ہومر کی عظیم الشان رزمیہ شاعری ہو یا الکیوس کی پرمغز سیاسی نظمیں، عہد عتیق اور ہم عصر یونان ہی کی زندگی سے ان کا تعلق تھا سیمونیڈیز کے لکھے ہوئے قبروں کے کتبے ہوں یا سیفو کے گیت سب کے سب یونانی زندگی ہی کے حسن لطافت اور سوز کا اظہار کرتے ہیں۔ سیفو کے گیتوں کے حسن کا جو مزامیری شاعری کے جدید ترین مفہوم میں قدیم ترین نمونے ہیں کون انکار کر سکتا ہے اور پھر پنڈار کے قصیدے جذبات کی گہرائی، تمثالوں کی ندرت اور ترنم کے رسیلے پن کے معاملے میں ایک اعلیٰ درجے کی شاعری کا کس قدر بلیغ نمونہ ہیں۔

شاعری کے علاوہ قدیم یونانیوں کے ڈراموں میں زندگی کی جو حقیقی یا مثالی ترجمانی نظر آتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی ڈرامہ نگاروں کو زندگی کے مختلف النوع مسائل کا کس درجہ شعور تھا۔ اور اس زمانے میں جب کہ ہماری جدید نفسیات کا بحیثیت ایک علم کے کوئی وجود نہ تھا انھوں نے انسانی فطرت کے کتنے باریک اور لطیف رموز کا اظہار اپنے ڈراموں میں کیا ہے۔ انھوں نے دکھایا ہے کہ کائنات کی مافوق الفطرت قوتیں جب دیوی دیوتاؤں کے روپ میں انسانوں سے متصادم ہوتی ہیں تو اس تصادم سے کتنی پرتاثیر اور شدید الیمہ کی نمود ہوتی ہے

اسکلس، سوفوکلیز اور یوریپڈیز کے ڈراموں کے شدت عمل کی وجہ یہی مافوق الفطرت قوتوں اور انسانوں کے افعال کا باہمی تصادم ہے جن کے پیچھے شدید انسانی جذبات کارفرما ہوتے تھے۔ یونانی ڈرامہ نگاروں نے جن ڈرامائی کرداروں کی تخلیق کی ہے اور ان سے جو کام لیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی جذبات گہرائیوں تک کس آسانی سے ان کی نظر پہنچتی تھی۔ اسکلس کے کردار جن سے دولت، طاقت یا نسبی تفاخر کے سلسلے میں کوئی نہ بخشے جانے والا گناہ یا خطا سرزد ہوتی تھی، جب اپنے خوفناک انجام سے بچنے کے لیے تقدیر کے بلاخیز سمندر میں ہاتھ پاؤں مارتے تھے تو اس سے کھیل میں جو شدید تاثر پیدا ہوتا تھا اس سے پتہ چلتا تھا کہ انھیں انسانی جذبات کے اظہار پر کتنی قدرت حاصل ہے۔ یوریپڈیز نے میڈیا اور فیڈرا جیسی عورتوں کے کرداروں کے ذریعے انسانی جذبات کی شدت کو جس مہارت اور سلیقے سے پیش کیا ہے اس کی نظیر دنیا کے ڈراموں میں مشکل ہی سے ملے گی۔ سوفوکلیز کے عظیم کردار متضاد انسانی جذبات کے تصادم سے جس طرح جنم لیتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو مافوق الفطرت طاقتوں کے ساتھ جس طرح متصادم کرتے ہیں اس سے جو المیہ پیدا ہوگا اسے کون عظیم قرار نہیں دے گا؟

اس بات کے باوجود کہ قدیم یونانی معاشرے میں طبقاتی تقسیم کے خطوط بڑے تیکھے تھے اور طبقہ امرا کے ساتھ ساتھ غلاموں کا بھی ایک بدقسمت طبقہ موجود تھا اور پھر ان دو طبقوں کے درمیان تجارت پیشہ، کاشت کار اور کاریگر لوگ بھی تھے۔ یہ بات بڑی تعجب خیز معلوم ہوتی ہے کہ یونانی طرز فکر ایسی قدروں کا حامل ہو جن کا براہ راست تعلق اخلاق، جمہوریت اور انسان دوستی ہو۔ دراصل یونانی فکر کو اس طرز پر ڈھالنے کا کام فلسفیوں کے اس گروہ کا رہین منت ہے جسے ہم 'سوفسطہ' کہتے ہیں۔ سوفسطائی پہلے یونانی مفکر تھے جنھوں نے نسبی تفاخر کے متعلق رائج الوقت خیالات کو تبدیل کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ تعلیم کے ذریعے جس کی وسعت کو کوئی حد نہیں آدمی نیکی کا جوہر پا سکتا ہے۔ جس کے لیے حسب نسب کی کوئی ضرورت نہیں۔ انھوں نے عقائد، اساطیر، روایات اور رسم ورواج پر فلسفیانہ جرح کی۔ انھوں نے مذہب، اخلاق، قانون، آرٹ، سائنس اور ادب کے معیاروں کے بارے میں کہا کہ یہ سب انسان کے بنائے ہوئے ہیں اس لیے ان میں ترمیم و تنسیخ ہو سکتی ہے۔ سوفسطائی پہلے مفکر تھے جنھوں نے تاریخی اضافیت کو دریافت کیا۔ وہ پہلے مفکر تھے جنھوں نے مغربی تعقلیت کی بنیاد رکھی اور یورپ کی آنے والی نسلوں کو آگاہی ذات، مشاہدہ ذات اور تنقید ذات سے آشنا کیا۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جدید یورپی

تہذیب اپنی روشن ضمیری کے لیے سب سے زیادہ سوفسطہ ہی کی مرہونِ منت ہے اور بعد کی صدیوں میں یورپ میں انسان دوستی کی قدروں کو پنپنے کے لیے جس قسم کے ماحول کی ضرورت تھی سوفسطائیوں ہی نے اس کا راستہ ہموار کیا تھا۔

یہ تھا وہ اندازِ فکر جسے قدیم یونان کی تہذیب اور تمدن سے ایک خاص علاقہ رہا ہے۔ چھٹی اور پانچویں صدی کا یونان ایک ایسی معاشرت اور علوم و فنون کا گہوارہ تھا کہ دنیا اس کی نظیر اب تک پیش کرنے سے قاصر ہے۔ قدیم یونانیوں نے زندگی اور فن کو ایک خاص توازن عطا کیا تھا، ان کا فلسفہ اور ان کی زندگی ایک ہی قسم کی قدروں کی حامل تھی ان کے قول و فعل میں تضاد نام کو نہ تھا۔ انھوں نے خوبصورت عمارتوں کی تعمیر کی اور پھر ان کی آرائش اور تزئین میں ایک ایسے سلیقے سے کام لیا جس میں تصنع نہ تھا، ایک آہنگ تھا اور ایک توازن۔ انھوں نے ادب اور آرٹ میں ایک ایسے ذوق کی آبیاری کی جو ان کے جمالیاتی احساس کا آئینہ دار تھا اور آج بھی ان کا فنِ تعمیر، سنگ تراشی، شاعری اور ڈرامہ ہمارے سامنے حسن، عظمت، شکوہ اور جلا کی ایسی واضح تصویریں کھینچتا ہے جن کے دلآویز نقوش کو چوبیس صدیوں کا طویل عرصہ بھی مدھم نہیں کر سکا اور پھر دنیا کی یہ سب سے بڑی تہذیب، جس نے بعد کی نسلوں کے لیے حسنِ تعقل، نظم و ترتیب اور فصاحت کا ایک غیرفانی نصب العین چھوڑا، یکلخت بے رحم تاریخی قوتوں کا شکار ہو کر ابتری اور انتشار میں ختم ہوگئی۔

دوسری اور پہلی صدی قبلِ مسیح میں سرزمین یونان ہی کی ایک ہمسایہ سلطنت روما ایک زبردست فوجی طاقت بن چکی تھی اور آخر جب روما کی قہرمان فوجوں نے 46 قبل مسیح یونان کے خوبصورت شہر کورنتھ کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو یونان کی اس عظیم اور خوش فکر تہذیب نے ایک وحشیانہ سیاسی طاقت کے سامنے دم توڑ دیا۔ یونان اگرچہ سیاسی لحاظ سے روما والوں کا غلام بن چکا تھا مگر روما کی سیاسی طاقت اس کی عظیم تہذیبی روح کو مفتوح نہ کر سکی۔ چنانچہ جب رومی فاتحوں کا نشۂ اقتدار ذرا کم ہوا اور اہلِ روما نے یونان کی سسکتی ہوئی تہذیب کا ہمدردانہ جائزہ لیا تو بہت جلد ان پر یہ بات روشن ہوگئی کہ محض سیاسی برتری کی وجہ سے وہ اپنی نئی ابھرتی ہوئی تہذیب کو یونان کی گزشتہ تہذیب کے ہم پلہ نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ بہت جلد انھوں نے قدیم یونان کے اندازِ فکر کو اپنا رہبر بنالیا اور ان مفتوح یونانی فنکاروں، ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں سے، جو اب تک اپنے رومی فاتحوں کے رحم و کرم پر زندگی بسر کر رہے تھے، انھوں نے اب نئی رومی

تہذیب کے خط و خال سنوارنے کا کام لینا شروع کیا۔
یونانی فنکاروں نے اپنے نئے رومی آقاؤں کے لیے قدیم یونان کے مجسموں اور آرٹ کے دوسرے نمونوں کی نقلیں تیار کرنے کا کام شروع کیا۔ شاعروں نے یونانی شاعری کے بحور، اوزان اور شعر کی مختلف اصناف کو لاطینی شاعری میں رائج کیا۔ ادیبوں نے یونانی نثر کے خوبصورت اور پختہ اسلوب سے لاطینی زبان کو آشنا کیا۔ یونانی فلسفیوں نے اپنے وقیع فلسفے کے رموز و نکات سے رومی دانشوروں کو متاثر کیا اور تو اور اہل روما نے یونانی دیومالا کے نام دیوی دیوتاؤں کے نام بدل کر اپنی دیومالا کی تدوین کی۔ چنانچہ بہت جلد اس نئی یونانی تہذیب نے جس کے ظاہری خط و خال تو رومی تھے مگر روح یونانی تھی اپنی ایک الگ منفرد حیثیت حاصل کر لی۔ یہ یونانی انداز فکر کی ہمہ گیری کی پہلی فتح تھی جو اس نے کسی غیر ملکی تہذیب پر حاصل کی تھی۔ یونانی تہذیب کے عناصر رومی تہذیب میں کچھ اس طرح گھل مل گئے تھے کہ انھیں ایک دوسرے سے تمیز کرنا مشکل تھا۔
اس تمام عمل میں 'تاریخی بازگشت' کا قانون کارفرما تھا۔

O

تنقید کی جمالیات

پروفیسر عتیق اللہ

ناشر ــــــــــ بک ٹاک، لاہور
اشاعت ــــــــــ 2018ء
طابع ــــــــــ بھٹو پرنٹنگ پریس، لاہور
قیمت ــــــــــ -/995روپے

بک ٹاک ــــــ میاں چیمبرز، 3- ٹمپل روڈ لاہور
فون ــــــــــ 042-36374044-36370656-36303321
Email:book_talk@hotmail.com
www.booktalk.pk
www.facebook.com/booktalk.pk

تنقید کی جمالیات

رجحانات و تحریکات

(جلد: 7)

پروفیسر عتیق اللہ

بک ٹاک

میاں چیمبرز، 3 ٹمپل روڈ، لاہور

تنقید کی جمالیات
رجحانات و تحریکات
جلد 7
پروفیسر عتیق اللہ